

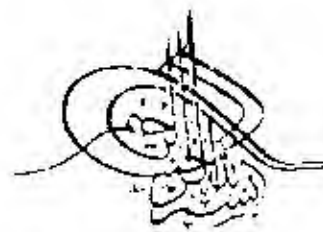
# سیر النبی صلی اللہ علیہ وسلم



علامہ حسان الہی ظہیر رحمۃ اللہ علیہ



اعلم اعظم امام دین  
رضی اللہ عنہ



ما جئت رداً عنكم انما جئت  
ايك خلاً ايكن خلاً

کلمہ فی رسول اللہ اسوۃ حسنہ  
آقہ سید محمد علیہ السلام کی زندگی تہا سے سچے بہتر کی ذریعہ



کے موضوع پر

شہید ملت علامہ احسان الہی ظہیر کا خصوصی، ۱۲ ربیع الاول ۱۹۸۵ء  
حضرت علامہ احسان الہی ظہیر خطاب ۱۲ ربیع الاول

مسلمانوں کے لیے فکر یہ

شائع کردہ ادارہ شہداء اسلام مقام اشاعت الجامعہ السعدیہ بیروت وصور

ماقبہ مقبول  
۱۰۲۰۱۱

# مہد سے لحد تک

مسافروں سے کہو راست سے شکست نہ کھائیں  
میں لا رہا ہوں خود اپنے لیےو سے بھر کے چراغ

علامہ احسان الہی ظہیر رحمۃ اللہ علیہ کا خطاب جو آپ نے بالغہ ربیع اول  
۱۹۸۶ء ۱۴۰۷ھ کو جناح ہال لاہور میں کیا یہ خطاب ایک تاریخی خطاب کی  
خشیت اختیار کر گیا ہماری تنظیم کے فیصلے کے مطابق ناظم تبلیغ ابو محمد یوسف  
مرگودہ صاحب مولانا طاہر محمود نے انتہائی محنت کر کے اس تقریر کو تحریر میں  
بدلاجو کہ ہدیہ ناظرین ہے اور مجھے حکم ملا کہ چند مختصر سے الفاظ میں علامہ صاحب  
کے حالات زندگی کا تذکرہ کروں کیونکہ علامہ احسان الہی ظہیر وہ شخصیت ہیں جنہوں  
نے اپنے قافلے کے مسافروں کو شکست کھانا سکھائی نہیں اور اس قافلے کو روانہ  
رکھنے کیلئے آپ نے اپنے خون کا نذرانہ بھی پیش کرنے سے دریغ نہ کیا۔

علامہ احسان الہی ظہیر؟ سیالکوٹ کے ایک متوسط گھرانے میں ۱۹۲۷ء میں  
جناب حاجی ظہور الہی کے گھر پیدا ہوئے ان کے والد گرامی حاجی ظہور الہی صاحب  
ایک متقی پر میزگار اور نیک سیرت انسان ہیں حاجی ظہور الہی صاحب چونکہ ایک  
نیک انسان تھے اس لیے انہوں نے حضرت علامہ کو دینی تعلیم کے لیے مقامی مسجد  
کے مدرسے میں داخل کر دیا جہاں انہوں نے صرف ۹ سال کی عمر میں قرآن پاک  
حفظ کر لیا۔ حفظ قرآن کے بعد آپ کو جامعہ اسلامیہ گوبرنوالہ میں داخل کروا دیا گیا

اور اس مدرسہ میں آپ نے درس نظامی کی تعلیم کو مکمل کیا اس کے بعد آپ جامعہ سلفیہ تشریف لے گئے جہاں آپ نے حضرت حافظ محمد گوگردی رحمۃ اللہ علیہ سے حدیث میں سند حاصل کی اور اسی دوران آپ نے عربی اور فارسی کے متعدد امتحانات بھی پاس کئے یہاں سے فارغ ہوئے تو اسلامی یونیورسٹی مدینہ منورہ میں چلے گئے مدینہ یونیورسٹی میں آپ نے دوران تعلیم اپنی پہلی کتاب قادیانیت لکھی جو دلائل کے لحاظ سے ان سب کتابوں سے اہم ہے جو قادیانیوں کے موضوع پر لکھی گئی ہیں۔ تعلیم سے فارغ ہو کر آپ وطن واپس آ گئے پاکستان آ کر آپ نے پنجاب یونیورسٹی سے ایم۔ اے کی مختلف ڈگریاں حاصل کیں۔ آپ کی تعلیم کی تفصیل یوں ہے۔

دینی تعلیم - حفظ قرآن - درس نظامی - فاضل عربی - فاضل فارسی - فاضل مدینہ یونیورسٹی  
(۱) ایم اے عربی - (۲) ایم اے فارسی - (۳) ایم اے اسلامیات - (۴)

ایم اے سیاسیات - (۵) ایم اے اردو ایم اے ایل (عربی فارسی) اور ایل، ایل، بی کراچی سے پاس کیا۔

تعلیم کے ساتھ ساتھ آپ تصانیف پر بھی کافی توجہ دیتے تھے اور ہم فخر سے کہہ سکتے ہیں کہ پاک ہند میں کوئی ایسا انسان نہیں کہ جس کو یہ شرف حاصل ہوا کہ اس کی تصانیف اہل عرب کی تعلیم گاہوں میں بطور نصاب درسا پڑھائی جاتی ہوں۔ آپ نے فرق کا موضوع منتخب کیا اور اس موضوع پر ذیل کتب تصنیف کی۔

| زبان | نمبر کتاب | نام کتاب       | صفحات | تعداد ایڈیشن | کل ایڈیشن |
|------|-----------|----------------|-------|--------------|-----------|
| عربی | ۱         | القادیانیت     | ۳۲۰   | دس ہزار      | بیس       |
| "    | ۲         | الشیعہ والسنۃ  | ۶۱۲   | بیس ہزار     | بائیس     |
| "    | ۳         | الشیعہ والتشیع | ۴۱۲   | تیس ہزار     | دو        |

| زبان | نمبر شمار | نام کتاب              | صفحات | تعداد ایڈیشن | کل ایڈیشن |
|------|-----------|-----------------------|-------|--------------|-----------|
| عربی | ۴         | الشیعہ و اہل البیت    | ۳۱۲   | دس ہزار      | تین       |
| "    | ۵         | الشیعہ و اہل البیت    | ۳۱۲   |              | پانچ      |
| "    | ۶         | البحائیسہ نقد و تحلیل | ۳۱۷   |              | سات       |
| "    | ۷         | البا بیتہ عرض و نقد   | ۴۹۹   |              | ایک       |
| "    | ۸         | البسریہ               | ۲۵۲   |              | تین       |
| "    | ۹         | الاسماعیلیہ           | ۱۰۰۰  | دس ہزار      | پہلا      |

انگریزی ۱۵ قادیانیت (۱۱) شیعیت انگریزی (۱۲) شیعہ و سنت فارسی۔  
 (۱۳) مرزا ئیت اور اسلام اُردو (۱۴) نقوش ابوالوفا (اُردو) (۱۵) کتاب  
 الوسیلۃ انگریزی (۱۶) الوسیلۃ اُردو (۱۷) کتاب التوحید انگریزی  
 (۱۸) سقوط ڈھاکہ اُردو (۱۹) سفر حجاز اُردو۔

ان بڑی بڑی کتابوں کے علاوہ بہت سی چھوٹی چھوٹی کتابیں اور مضامین بھی  
 آپ جب وطن واپس آئے تو جمعیت اہلحدیث نے اپنی تاریخی مسجد  
 چینیادالی کی خطابت اور جمعیت کا ترجمان الاعتصام کی ادارت آپ کے سپرد کر دی  
 اس کے ساتھ ساتھ مختلف اخبارات و رسائل میں آپ کے گران قدر مقالات بھی شائع  
 ہوتے رہے۔

کچھ عرصہ آپ تحریک استقلال میں بھی شامل رہے اور اس کے مرکزی سیکرٹری  
 اطلاعات کے عہدہ کو نبھالے رکھا۔ پھر نوجوانوں کے اصرار پر آپ نے تحریک استقلال  
 کو خیر باد کر دیا اور اپنی زندگی کو جمعیت اہل حدیث کے لیے وقف کر دیا۔

۱۹۸۶ء میں آپ نے جزوی طور پر عملی سیاست میں حصہ لینا شروع



حر دیا۔ خاص کر اپنے خطبوں اور تقاریر میں وہ حالات حاضرہ کو بھی موضوعِ سخن بناتے تھے جمعیتِ اہلحدیث کو منظم کرنے اور فعال بنانے میں آپ نے زبردست محنت کی اور تادمِ مرگ اس جدوجہد میں مصروف رہے۔

آپ نے زندگی کے آخری سال میں ملک بھر کے طوفانی دورے کئے اور اس کے ساتھ کلمہ حق کی سر بلندی توحید و سنت کی اشاعت اور جہاد کے لئے لوگوں کو تیار کیا اسی جدوجہد میں مصروف ۲۳ مارچ ۱۹۸۷ء کے قومی دن آپ کو اور آپ کے رفقاء کو ایک زبردست ٹائم بم کے ذریعے ختم کرنے کی ناپاک کوشش کی گئی۔ جس میں شہید اسلام علامہ احسان الہی ملہیر کے علاوہ حضرت مولانا حبیب الرحمن بٹانی مولانا عبدالخالق تھائی اور نوجوانوں کے دلوں کی دھڑکن قائم یوتھ فورس جناب محمد خان نجیب شہید ہوئے قائدین کے علاوہ چھ اور افراد نے بھی جامِ شہادت نوش فرمایا۔

علامہ احسان الہی ملہیر کو فوراً میوہ پستال لاہور میں پہنچا دیا گیا۔ کچھ دن یہاں علاج کے بعد سعودی عرب کے شاہ فہد نے ان کو اپنے خرچے پر ریاض بلوالیا۔ جہاں آپ نے جامِ شہادت نوش فرمایا۔ اور جنت البقیع میں دفن ہوئے۔ مرحوم کی اولاد میں پانچ بیٹیاں اور تین بیٹے شامل ہیں بڑے بیٹے ابتسام الہی کی عمر اس وقت چودہ سال ہے ابتسام الہی نے علامہ صاحب کے ہمراہ بہت سے دورے بھی کئے اور بڑے بڑے جلسوں میں خطاب بھی کیا ہم دعا گو ہیں کہ اللہ اس شہزادے کو علامہ کی آواز بنادے علامہ کی گفتار بنادے علامہ کا علم بنادے علامہ کی گرج بنادے اور یہ شہزادہ اپنے باپ کی طرح اس مشن کو کامل اور مکمل کر دے۔

دعا کرو! شاء اللہ ثاقب

نائب صدر اہل حدیث یوتھ فورس ضلع سرگودھا

ناظم اسٹی اہل حدیث یوتھ فورس شہر سرگودھا

پروفیسر ساجد میر

# تقدیم

زندہ قومیں اپنے محسنوں کو فراموش نہیں کیا کرتیں۔ اور محسن بھی جب علامہ احسان الہی علیہ السلام جیسے ہوں جنہوں نے اپنی زندگی تک اہل حدیث کی ترقی و بقا کے لیے کچھ کر ڈی ہر۔ تو انہیں کس طرح بھلا یا جاسکتا ہے؟ تاہم انہیں یاد رکھنے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ ہم ان کے پیغامات کو یاد رکھیں اور اسی پر عمل کریں۔

علامہ شہید کا پیغام انکی ولولہ انگیز تقاریر میں موجود ہے اور ان میں سے ایک بہترین تقریر ہمارے نوجوان اور سرگرم ساتھی جناب شہار اللہ ثاقب قصوری بڑی محنت اور سلیقہ سے آپ کے سامنے پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں سیرت کے موضوع پر حضرت علامہ کے بیان کے بارے میں یہی کہا جاسکتا ہے کہ؟

ذکر ایں میری رشک کا اور بیان اپنا!

پھر اس تقریر میں سیرت مقدمہ کے بیان کے ساتھ ساتھ اہل حدیث کیلئے ان کی منزل مقصود کی نشان دہی بھی کی گئی ہے اور انہیں ان کا مقام و منصب سمجھا گیا ہے اس لحاظ سے یہ تقریر اور بھی قیمتی اور مفید ہو گئی ہے اللہ سے دعا ہے کہ وہ اس کی اشاعت کو ہم سب کے لئے زیادہ سے زیادہ نفع و برکت کا باعث بنادے۔ آمین

ساجد میر ناظم اعلیٰ جمعیت اہل حدیث پاکستان

بشیر انصاری

# حرفِ سپاس

یہ جان کر مجھ مسرت ہوئی کہ اہلحدیث یوتھ فورس سرگودھا کے نہایت مخلص رہنما جناب شہداء اللہ ثاقب، شہید ملت حضرت علامہ احسان الہی ظہیر رحمۃ اللہ تعالیٰ کے خطاب و نعواز (۱۲ ربیع الاول ۱۴۸۶ھ و جناح ہال لاہور) کو جاذبِ نظر پمفلٹ کی صورت میں شائع کر رہے ہیں۔ بلاشبہ علامہ شہید علم و خطابت کے بادشاہ تھے۔ وہ جس محفل میں ہوتے پُر محفل ہوتے۔ اسے شاعر کی زبان میں یوں کہا جاسکتا ہے۔

وہ آئے بزم میں اتنا تو دیکھ میرے پھر اس کے بعد چسپراغوں میں روشنی نہ رہی  
حقیقت ہے کہ ان کے لیے کی گئی گرج ایوانِ شکر و بدعت میں لہرزہ طاری کر  
دیتی تھی۔ ان کے دلائل کی ثقاہت سے کئی حجت و دستار کے حامل انگشت بدندان رہ  
جاتے تھے اور مستنم کہے ان کی صدائے حق سے پناہ گاہوں کی تلاش میں رہتے  
تھے۔ سبھی جانتے ہیں کہ حضرت علامہ کتاب و سنت کی بالادستی، مسلک کی  
تبلیغ و اشاعت، جماعت کی ترقی، ملکی استحکام، اور جمہوری اقدار کے احیاء  
کے لیے پوری زندگی کوشاں رہے۔ اسی مشن کے لیے انھوں نے اپنی جان کا نذرانہ  
پیش کر کے قرونِ اولیٰ کی یادیں تازہ کر دی ہیں۔

اہلحدیث یوتھ فورس کے کارکن مبارکباد کے مستحق ہیں کہ وہ قائدینِ جمعیت  
اہلحدیث پاکستان کی رہنمائی میں حضرت علامہ شہید کے پیغام کو قریہ قریہ بتی بتی  
پہنچانے میں کوشاں ہیں۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ حضرت علامہ شہید کی تمام



تعاریر، خطبات اور بیانات ترتیب دے کر نہایت خوبصورت انداز میں شائع کئے جائیں۔ ان کی تقریریں اور تحریریں جماعت کے لئے گرانقدر سرمایہ ہیں۔

اللہ تعالیٰ شہید کی قبر پر اپنی رحمتیں برسائے اور ان کی حسنات کو قبول فرمائے

مدیر اعلیٰ بفت روزہ الاسلام

بشیر انصاری

۵۰۔ نور مال لاہور

۲۰ دسمبر ۱۹۸۷ء

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

## تقدیم

از قلم محمد اعظم

الحمد لله رب العالمین والعالیۃ المتقین والصلوة والسلام علی سید المرسلین  
سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مقدس موضوع حقیقتاً کتاب کی تفسیر ہے۔ قرآن متن  
ہے اور سیرت طیبہ اس کی تشریح و توضیح ہے۔ قرآن کا علیٰ نمود سیرت مصطفیٰ ہے قرآن میں ہے۔  
لقد کان لکم فی رسولہ اللہ اسوۃ حسنۃ رسول کی زندگی تمہارے لیے بہترین نمونہ ہے۔

لہذا اعتقادات، عبادات، معاملات، اخلاقیات و تہذیب و تمدن عزیزان

زندگی کے ہر شعبہ میں آپ کا نمونہ اختیار کرے تو پھر مسلمان ہے۔ آپ کے

اسوۃ حسنہ کی اتباع کے بغیر کوئی عمل قبول نہیں کیا جائے گا۔ یہی دعوت الہدیٰ کی

دعوت ہے۔ الہدیٰ یوتھ فورس کے رہنما جناب ثناء اللہ ثاقب صاحب نے

شہداء اسلام صفحہ علامہ احسان الہی ظہیر کی ایمان افروز تقریر "سیرت النبی" کے موضوع

پر شائع کردہ ایک دینی فریقہ سرانجام دیا ہے۔ حضرت علامہ شہید کی تمام تعاریر

خطبات اور ان کی علمی و تحقیقی کتابوں کو زیادہ سے زیادہ شائع کرنا چاہیے۔

جو کہ علم دین کا عظیم سرمایہ ہے۔

• علامہ شہید نے کتاب و سنت کی اشاعت اور ملک و جماعت کی ترقی و

استحکام کے لیے اپنی پوری زندگی جرات اور سہمہ پاکی کے ساتھ دعوت و ترقی کو پیش کیا

ایسا خراسی راہ حق میں اپنی بان کو قربان کر دیا۔ اللہ تعالیٰ شہید اسلام کی قبر کو نور سے  
منور فرمائے اور جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے۔ آمین

جناب ثناء اللہ ثاقب امدان کے رفقاء لائق تحسین ہیں جو علامہ مرحوم کے  
خطبات اور بیانات کو ترتیب دے کر خوبصورت انداز میں شائع کر رہے ہیں  
اللہ تعالیٰ ہم سب کو طویل نیت کے ساتھ کتاب و سنت کی اشاعت و تبلیغ کی  
توفیق عطا فرمائے آمین

السواقہ: محمد منظم مدرس جامعہ اسلامیہ گوجرانووار  
جنرل سپیکر بڑی جمعیت اہل حدیث پنجاب

## جنگِ حال کا اسٹج اور نغمہٴ دشا

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پر روتی ہے

بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں ویدہ در پیدا

یوں تو مجھے یہ شرف حاصل رہا ہے کہ میں بچپن سے ہی حضرت علامہ احسان الہی پیر

کی افتاء میں نماز جمعہ جامع مسجد چلینیا زوالی لاہور میں ادا کرتا رہا اور پھر تقریباً دس سال

قائد شہید کی امامت میں نماز تراویح اور خلاصہ قرآن مجید سننے کا موقع ملا اور پھر لاہور شہر

چونکہ مذہبی اور سیاسی تحریکوں کا مرکز رہا ہے تحریک ختم نبوت اور پھر تحریک نظامِ منصفی

میں بھی حضرت نے قائدانہ کردار ادا کیا اور میں نے بھی بطور رضا کار ان تحریکوں میں بھر

پور حقہ لیا اس طرح قائد شہید سے میری قربتیں بڑھتی رہیں اسی اشارہ میں ۱۹۸۰ء

میں آغا شورش کاشمیری مرحوم کی برسی کے سلسلہ میں جناح ہال لاہور میں ایک جلسہ تھا اور

اس جلسے سے دوسرے مقررین کے علاوہ حضرت علامہ احسان الہی پیر نے بھی خطاب

فرمایا میں بھی وہاں حاضر تھا حضرت کی تقریر اتنی زوردار تھی اور قائد شہید نے سب

مقررین سے زیادہ داد حاصل کی میں نے اسی وقت اور اسی جگہ یہ فیصلہ کیا کہ آج کے بعد جب بھی حضرت علامہ صاحب جناح ہال میں تشریف لائیں گے تو اپنا شیخ سے ہی آئیں گے اور اس کے بعد ۱۹۸۱ء سے لیکر ۱۹۸۶ء تک قائد شہید ہر سال ۱۲

ربیع الاول کو جناح ہال میں سیرت النبی کانفرنس سے خطاب فرماتے رہے جب میں ۱۹۸۶ء کی سیرت کانفرنس کیلئے قائد شہید سے وقت لینے کیلئے انکی رہائش گاہ پر حاضر ہوا تو میرا چہرہ دیکھتے ہی مسکرا کر (۱۲) وفات کے جلسہ کی نسبت سے) فرماتے گئے مرجی دنائے ۶ گئے ہیں اور میں بھی جواب میں مسکرا کر رہ گیا۔ اور پھر نہایت ہی شفقت سے جناح ہال کے جلسہ کیلئے وقت عنایت فرمایا اور ہم کو نہیں معلوم تھا کہ حضرت علامہ صاحب کا جناح ہال میں یہ آخری خطاب ثابت ہوگا۔

اور تو قائد شہید سے بہت سی یادیں وابستہ ہیں لیکن مجھے یہ شرف بھی حاصل ہے کہ ۱۸ اپریل ۱۹۸۶ء کا موچی دروازہ لاہور کا تاریخی جلسہ عام بھی میری تجویز پر ہی منعقد ہوا تھا لاہور میں ہوتے ہوئے تقریباً ہر روز حضرت سے ملاقات ہوتی تھی ۱۹ مارچ کو بلال گنج لاہور میں ایک بہت بڑا جلسہ تھا جس سے حضرت علامہ احسان الہی ظہیر مولانا حبیب الرحمن نیردانی اور محمد خان نجیب شہید نے بھی خطاب فرمایا تھا اسی رات کو قائد شہید سے تفصیلی بات چیت ہوئی اور آخری ملاقات ۲۳ مارچ ۱۹۸۶ء (قیامت کی رات) قلعہ بچمن سنگھ جلسہ کے اسٹیج پر ہوئی اور پھر قائد کی شہادت کے ۱۱ ماہ بعد ان کی شہادت کا علم ہوا

تحریک  
شیخ محمد نعیم بادشاہ

نائب صدر اہل حدیث برتھ فورس پاکستان



محی الدین سلفی

# ابتلائیہ

محترم قارئین! یہ دور گمراہی، الحاد، شرک و بدعت کا دور ہے ایسے دور میں کھڑے حق بلند کرنے والے خال خال نظر آتے ہیں لیکن پھر بھی مردانِ خدا اپنی ذمہ داریاں کو محسوس کرتے ہوئے ہر کفر و شرک اور ہر طاغوت کے ساتھ اپنی پوری قوتِ ایسانی سے ٹکراتے رہے حتیٰ کہ انھوں نے اپنی جان کا اندرانہ پیش کردے بھی طاغوت کو نچا کر کے چھوڑا۔ شہیدِ اسلام حضرت علامہ احسان الہی ظہیر رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اسلام اور بزرگانِ دین کی سنت کو اپناتے ہوئے توحید کا پرچم بلند کرنے کیلئے اور آئینِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بالادستی کے لیے جابرِ ظالم آمر حکمرانوں کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بانگِ دحل شیر کی طرح گونجتے اور گرجتے رہے کسی دومتہ لائم کی پرواہ کئے بغیر زندگی کے ہر شعبہ میں جہاد کیا کتاہیں لکھیں۔ مضامین لکھے ماہنامہ ترجمانِ الحدیث جاری کیا۔ اسلام جاری کیا دوسرے مہلوں کو اپنے عظیم تحریری جہاد سے مزین کیا۔ خطابات کئے جماعت پڑھائے درس دیئے جلسہ ہائے عام کئے مناظرے کئے جب بھی سیاسی یا مذہبی میدانوں سے کسی فرعون نے سر اٹھارا تو اس کا غرور توڑنے کیلئے شہیدِ اسلام میدانِ عمل میں آگئے اور اس کی ایک ایک بات کا ٹھہرا اور ایسا مسکت جواب دیا کہ پھر کسی کو بات کرنے کا یارا نہیں رہتا تھا۔ خدا کے مقل سے اب مخالفین اُن کے نام سے کانپ جاتے تھے ایوانوں میں لرزہ طاری ہو جاتا تھا! لاغر بندلوں اور کینے مخالفین کو جب معلوم ہوا کہ ہم حضرت علامہ شہید رحمۃ

اللہ علیہ کا کسی بھی طریقے سے مقابلہ نہیں کر سکتے تو ان ظالم و رندوں سے حضرت کو اپنے راترو  
 سے ہٹانے کیلئے انتہائی گھٹیا بزدلانہ اور سفاکانہ ہم کا حکم کر کے انکو ان کے رفقاء سمیت  
 شہید کر دیا۔ ان بزدلوں نے سوچا ہوگا کہ شاید اس طرح یہ حق کی آواز دب جائے گی  
 ان کو کیا علم تھا کہ حضرت شہید اسلام نے اپنے ساتھیوں کی تربیت بھی ایسی کر دی ہے  
 کہ اب وہ کتاب و سنت کی سربلندی کیلئے حضرت کے نقش قدم پر چل کر یا تو اسلام  
 نافذ کروالیں گے یا وہ بھی حضرت علامہ شہید رحمۃ اللہ علیہ کی طرح درجہ شہادت  
 حاصل کرنے کی سعادت حاصل کر لیں میں بسا اوقات حیران ہوتا ہوں۔ جو لوگ  
 بالکل بھولے بھالے تھے اب شیعوں اور ممبروں پر شیروں کی طرح گرج رہے ہیں  
 یہ حضرت علامہ احسان الہی طہیر رحمۃ اللہ علیہ کا فیضان ہے اور تربیت کا اثر ہے آپ  
 اسی بات سے اندازہ لگالیں کہ اہل حدیث یوتھ فورس کے نوجوان بستی بستی قریہ قریہ  
 شہر شہر حضرت علامہ کی زبان بنے ہوئے ہیں اور یہ شیروں کی طرح پھرے ہوئے  
 نوجوانوں کا قافلہ منزل مقصود تک پہنچنے کیلئے رداں دواں ہے جو بھی ان کے راستے  
 میں اٹکے گا کاٹ جائے گا۔ میرے جوان سال ساتھی اور بر خور دار جناب ثناء اللہ ثاقب صاحب  
 بھی ان نوجوانوں میں سے ایک ہیں جو کبھی بولنا نہیں جانتے تھے اب شیخ کے دھنی  
 معلوم ہوتے ہیں لکھنا نہیں جانتے تھے۔ اب ایک بہترین ادیب اور قلم کار کی طرح  
 مضامین لکھ رہے ہیں یہ کیا ہے یہ حضرت علامہ شہید رحمۃ اللہ علیہ کی تربیت کا اثر  
 ہے میں جناب ثاقب اور ان کے رفقاء کو مبارکباد دیتا ہوں کہ جنہوں نے ایک  
 نئے انداز سے تحریر و اشاعت اور کتاب و سنت کی بالادستی کیلئے کام شروع  
 کیا ہے اور یہ طریقہ کہ حضرت شہید اسلام کے خطابات کو احاطہ تحریر میں  
 لا کر اگر پیش کیا جاوے تو یہ ایک مؤثر ترین طریقہ تبلیغ ہے۔ اور جماعتی زندگی  
 کا ثبوت بھی ہے اگر نہام شہروں کی جماعتیں اور یوتھ فورس کے نوجوان اسی علم کو لے

کر علامہ صاحب کے خطابات کو عام کر دیں تو یہ مسلکی مسلکی مذہبی خدمت ہوگی بخیر  
 میں۔ میں پھر ایک بار اہلحدیث پر تمہیں فورس سرگودھا کا شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے  
 مجھے اس سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس موضوع پر فرمائے گئے حضرت علامہ  
 کے خطاب پر ابتدائیہ تحریر کو نیکی سعادت بخشی اور یوں مجھے بھی اس نیک کام میں  
 حصہ لینے کا اجر مل گیا دعا کرتا ہوں کہ اللہ پاک ان نوجوانوں کے علم و عمل اور دنیا میں  
 برکت فرمائے۔ اور ہمیں دین کی زیادہ سے زیادہ خدمت کی توفیق عطا فرمائے آمین

حکیم محی الدین سلمیٰ۔ نائب امیر جمعیت اہلحدیث پنجاب  
 و امیر جمعیت اہل حدیث ضلع قصور۔ قصور شہر

۸۷ - ۱۲ - ۱۲

نعیم بادشاہ نے اعلان کیا۔

اب آپ کے سامنے خطیب عالم اسلام حضرت علامہ احسان الہی ظہیر تشریف لاتے ہیں۔  
 قاضی عبدالقدیر کے نعروں کی گونج اور گرج کے ساتھ ایک پُر زعب، پُر عزم چہرہ  
 مائیک پر لوگوں کے سامنے تھا۔ اور لوگ جوش سے اور خوشی سے نعرے لگا رہے تھے  
 جیو جی جیو جی

علامہ احسان الہی ظہیر

اور آپ کے ان الفاظ کے ساتھ ہی مجھے پرستنا چاہا گیا کہ



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ  
 أَحْصَا عَلَى رَسُولِهِ الْكَرِيمِ اَعُوذُ بِاللَّهِ السَّمِيعِ  
 الْعَلِيمِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ  
 خزانوں کو مری آہ سحر دے      ترانہ شاہین بچوں کو بال و پر دے  
 خدایا! آرزو میری یہی ہے      برا نذر بعینہ تمام کر دے  
 (اے اقبال) آمین کا آواز

### حضرات !

مجھے ۱۸ اپریل کے بعد منعقد کئے جانے والے ہر جلسے میں جا کر ایک دلولہ  
 تازہ ملا ہے اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ اللہ کے فضل و کرم سے ۱۸ اپریل کو اہلحدیث کی  
 عزت کو سر بلند کرنے کیلئے مومنی دروازے میں جرنی کے ان دیوانوں کا اجتماع منعقد  
 ہوا تھا اس کے بعد سے اللہ کے کرم کی بارشیں کچھ اس طرت ہم پہ برسی ہیں کہ خیبر  
 ہے لیکر کراچی تک پہلی دفعہ میں نام رسول ہاشمی پر مار کھانیوالے لوگوں کو سزا دیا  
 چلتا ہوا دیکھ رہا ہوں۔ حقیقی بات یہ ہے کہ کل تک اس ملک میں اہلحدیث  
 اپنے آپ کو اہلحدیث کہلاتے ہوئے شریاتے تھے۔ ان کے اندر ہچکچاہٹ تھی  
 وہ سمجھتے تھے کہ لوگ ہمیں ناروا طور پر اپنی تہمتوں کا شکار بنا کر لوگوں کی نظروں میں  
 رسوا کرنا چاہتے ہیں اور اکابر علماء کرام کی محنتوں، میرے خطیب بھائیوں کی جہد و جد  
 اور میرے ان جوان بیٹوں اور بھائیوں کی قربانی کے جذبے نے اللہ کے فضل و کرم  
 سے اس بات کو پاکستان کی دیواروں سے منوالیا۔ زمین سے منوالیا۔ ہواؤں سے منوالیا۔  
 فضاؤں سے منوالیا۔ کہ اس دور میں اگر اہل حق کا کوئی قافلہ ہے تو وہ اہلحدیث کا قافلہ  
 ہے۔ اور یہ بات ہم نے کوئی جنگ سے حاصل نہیں کی۔ لڑائی سے حاصل نہیں کی۔ یہ  
 بات ہم نے اپنی یک جہتی، اپنے اتحاد، جمعیت اہل حدیث پاکستان کے جھنڈے

تلے اپنے اکٹھ اور اجتماع، اور اہل حدیث کے توہانوں نے اہل حدیث پر توہم و فرس کے چرسیم کو تمام کر، قرآن و سنت کے بیج اپنے سینوں پر لگا کر، اور... اللہ کی راہ میں ہر قسم کی قربانی کا جذبہ، اپنے سینوں میں پیدا کر کے یہ بات منوائی۔ پاکستان والوں کو بتلائی، اور پاکستان والوں کو سمجھائی ہے۔ اور اقبال نے اسی لئے کہا تھا۔

اس قوم کو شمشیر کی حاجت نہیں رہتی ہر جس کے جوانوں کی خودی صورتِ فولاد

آج اللہ کا شکر ہے کہ میرے اہل حدیث جوانوں نے اپنی خودی کو صورتِ فولاد

ثابت کر دیا ہے۔ اور سیرت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس جملے کے حوالے سے

میں اپنے جوانوں کو اس مختصر سے وقت میں یہی بات سمجھانا چاہتا ہوں۔

لوگو! سنو! تمہارا قائد، تمہارا امام، تمہارا پیغمبر، تمہارا نبی، تمہارا ہادی،

تمہارا مرشد وہ آدمی ہے کہ جس کے بارے میں ایک ہندو شاعر نے کہا تھا ع۔

اک عرب نے آدمی کا بول بالا کر دیا۔

اور جس کے بارے میں دوسرے شاعر نے کہا تھا کہ ع۔

مائیں بچے جنتی ہیں ایسے بہادر خال خال۔

کہ چشمِ فلک نے اس سے زیادہ بہادر، اس سے زیادہ دلیر، اس سے زیادہ شجاع،

اس سے زیادہ جانثار، اس سے زیادہ موت سے ٹکرا جانے والا، اور کائنات

کی طاقتوں کو اپنی نگاہوں میں نہ لانے والا چشمِ فلک نے کبھی ایسا انسان

نہیں دیکھا ہے۔

مدینے کی بستی پر رات کی تاریکی میں کفار نے شبِ خون مارا۔ لوگ گڑ بڑا کر اٹھے

گھوڑوں پر زینیں کیں، اسلحے سے لیس ہوئے، اور مدینے کی سرحدوں کی طرف بڑھے

جب لوگ مدینے کے دفاع کیلئے مدینے کی سرحد کی طرف جا رہے تھے تو آمنہ کا

لالہ عقی تنہا مدینے کی سرحد سے واپس آ رہا تھا لوگ حیران و ششدر رہ گئے۔

پرچھا، آقا! آپ کہاں سے آئے؟ فرمایا تم آرام سے سوجاؤ محمدؐ تمہاری حفاظت کے لیے اکیلا دشمنوں کو بھگا آیا ہے۔ تم اس بہادر نبی کی امت ہو، تم اس شجاع نبی کے ماننے والے ہو۔ اور مجھے یہ بات کہنے لائق حاصل ہے کہ آج . . . . اس بہادر نبی کے وارث اگر کوئی ہیں اس روئے زمین پر، تو صرف اہل حدیث ہیں۔ اس کا سبب یہ ہے کہ اوروں نے نبی کے بعد اپنی راہنمائی کیلئے اوروں سے رشتے استوار کر لیے اور ہم نے اوروں کے چہرے دیکھ کر اپنی آنکھوں کو بند کر لیا۔ اور کہا۔

سب کچھ خدا سے مانگ لیا تم کو مانگر اور اٹھتے نہیں ہیں ہاتھ میرے اس دعا کیج

اَللّٰهُ ! ہم کو اس نگاہ کی ضرورت ہی نہیں ہے جو مسکلتے کے چہرے کو دیکھ کر کسی اور چہرے کی تلاش میں نکلے۔ ہم اس نگاہ کو چاہتے ہی نہیں ہیں۔ ہمارے لیے تو بس اس کا رخ زیبا کافی ہے۔ جس کے لیے کہنے والے نے کہا تھا  
 يَا صَاحِبَ الْجَمَالِ يَا سَيِّدَ الْبَشَرِ . مِنْ وَجْهِكَ الْمُنِيرِ لَقَدْ نُورُوا الْقَمَرُ  
 لَا يُمَكِّنُ الشَّاءُ كَمَا كَانَتْ حَقًّا . بعد از خدا بزرگ تو فی قصہ مختصر

اور اس کا چہرہ ! کہ جابرؓ نے جس کے بارے میں کہا۔ ایک چاندنی رات میں چاند کے حُسن میں محو، صحرائے عرب میں چھٹی ہوئی چاندنی کے سحر میں سحر، میں اپنے آپ کو عجب طرح کی کیفیات میں مبتلا پاتا تھا کہ چاندنی چھٹی ہوئی، آسمان پر چاند سکراتا ہوا، ریگزار عرب کو سنہری لباس پہنائے ہوئے، اس کی درخشاں نے، اس کی رعنائی نے، اس کی زیبائی نے مجھ کو جکڑ کر رکھ دیا۔ بے اختیار میرے قدم کچی چھت والی مسجد نبوی کی طرف اٹھے۔ میرے قدم اس طرف بڑھے۔ میں بے اختیار مسجد طیبہ کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ اور کیا دیکھا۔ کہ صحن مسجد میں آئینہ کے یتیم نے سرخ چادر اوڑھی ہوئی ہے۔ اور چہرہ مِنْ وَجْهِكَ الْمُنِيرِ چہرہ دیکھا



دیکھتا ہی رہ گیا۔ ایک دفعہ آسمان سے چاند کی طرف نگاہ اٹھی، پھر اپنی قوم دینے کے  
 ماقہ تمام پر نہیں۔ درجے اختیار ہو رہا تھا۔ آقا! چاند کو بھی اگر حسن ملا ہے  
 تو تیرے چہرہ پر انوار سے ملا ہے۔ ہم نے اس کا چہرہ دیکھا ہے۔ اس کا چہرہ،  
 کہ جس کے بارے میں حسان نے کہا تھا۔

وَ أَحْسَنَ مِنْكَ لَمْ يَرَقْ قَطُّ عَيْنِي      وَ أَجْمَلَ مِنْكَ لَمْ يُولَدْ لِي نَسَاءُ  
 خُلِفْتَ مُبْتَرِّءًا مِنْ كُلِّ عَيْبٍ      كَأَنَّكَ قَدْ خُلِفْتَ كَمَا نَسَاءُ

آقا! میں تیرے چہرے کے حسن کو کیا کہوں، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ نور  
 کے پاس کھڑا تھا۔ اور کہہ رہا تھا۔ املث! مجھے ایسا بنانا چلا جا تو کہتا چلا گیا  
 رب بنانا چلا گیا۔ وہ چہرہ!

مَصْنَعُ الدُّهُورِ وَمَا أَتَيْنَا بِمِثْلِهِ

وَلَقَدْ آتَى مَا جَدُّنَا عَنْ نَظَرِ آيَةٍ

زمانے بیت گئے، ماؤں نے ایسا جنا۔ اور جب آئینہ کے گھر یہ پیدا ہو گیا تو  
 ماؤں نے کہا ایسا جنا جاسکتا ہی نہیں ہے۔ ہم نے تو اس کو دیکھا ہے، ہم نے  
 اپنے جی میں اس کو بسایا ہے، ہم نے اپنے دل کی دھڑکنوں میں اس کو سمویا ہے،  
 ہم نے اپنے دل کا مالک اس کو سمجھا ہے۔ اور ہم نے کہا املث! اس نے  
 سر کا مالک تو ہے دل کا مالک مصطفیٰ ہے۔ اور ہمارے پاس سر اور دل کے ہوا  
 دوسری کوئی چیز ہے ہی نہیں ہے۔ تیسرا وہ تلاش کرے جس کو سر اور دل کے ہوا  
 پیٹ کی بھی ضرورت ہو۔ ہم نے کائنات اگر سمجھا ہے تو دل کو سمجھا یا دماغ کو سمجھا  
 اور اس کے لیے کیا کہیں کہ غالب جیسے قادر الکلام شاعر نے کہا تھا

غالب شمس و خواجه بہ یزداں گزاشتیم

غالب! ہم اس کی تعریف کیا بیان کریں، کہ عرش والا خود جس کی تعریف بیان کرتا ہے

اواہلحدیثو! تمہارے لیے اس کی ذات، اس کی صفات، اس کی شخصیت  
 اسی کا نام، اسی کی گفتار، اسی کی سیرت، اس کی رفتار، اسی کے سوانح، اسی کا  
 کردار تمہارے لیے حجت ہے۔ اور اس نے تمہیں سکھایا ہے تو شجاعت کا درس سکھایا، بہادری  
 کا سبق پڑھایا۔ اور اس نے کہا سن لو! میرے ماننے والوں کی گزریں کٹ تو سکتی ہیں  
 غیر اللہ کے سامنے جھک نہیں سکتیں۔ بلند آواز سے پرجوش نعرہ۔ نعرہ تکبیر اللہ اکبر۔  
 مسلک اہلحدیث۔ زندہ باد! آج حقیقی بات یہ ہے

میری ایک ہی خواہش ہے، میری ایک ہی آرزو ہے میری تگ و دو کا ایک ہی  
 مقصد ہے، میری جدوجہد کا ایک ہی مطلوب ہے اور وہ یہ کہ اہلحدیث کے  
 جوان اپنے آقا کی شجاعت کو اپنے سینوں میں بھر لیں۔ اور خدا کی قسم ہے کہ اگر یہ آقا  
 کی شجاعت کے وارث بن جائیں تو پورے پاکستان کی کوئی قوت ان کے مقابل کھڑا  
 ہونے کی جرأت نہیں کر سکتی۔

اور آج! آج یہ بھرا ہوا حال، جب نبی نے اپنی دعوت کا آغاز کیا تو اتنے لوگ  
 نہیں تھے جتنے آج اس حال میں موجود ہیں۔ اتنے کہاں۔ ایک دور تو ایسا تھا جب  
 ساری کائنات محمدؐ کی تکذیب کر رہی تھی اکیلی مدینہ، خدیجہ الکبریٰ، وہ  
 محمدؐ کی تصدیق کر رہی تھی۔ اور میرے آقا زخم کھا کر گھڑ میں آئے تھے، جسم پتھروں سے  
 لہو لہان ہوتا تھا، ٹانگوں سے خون رسیں رہا ہوتا تھا۔ سر پھٹا ہوا، چہرے پر زخم،  
 وہ سر۔ جس سر پر اگنے والی زلفوں کی بھی عرش والے نے قسم کھائی ہے، وہ کندھا  
 زخمی، کہ جس کندھے پر اگر کبھی چادر رکھ لی تو اللہ نے اُنھا اٹھائے اور پکار دیا  
 تھا۔ وہ ٹانگیں، وہ قدم زخمی، کہ جب مکہ سے یثرب کے عالم میں نکلے تو عرشِ ہوائی کی

غیرت کو جلال آگیا۔ اور اس نے کہا۔  
 لَا أُشِيمُ بِهَذَا الْبَلَدِ، وَأَنْتَ جِلُّ بِهَذَا الْبَلَدِ ۝

تیرے اٹھنے والے قدموں کی قسم ہے۔ وہ دن آنے والا ہے، جب تیرے قدموں کی چاب کے سامنے، روم اور ایران کی فوجوں کے دل پارا پارا، ان کے پتے پانی ہو جائیں گے۔ (نعرہ تکبیر! اللہ اکبر۔)

وہ محمدؐ! دنیا نے کبھی اتنا بہادر آدمی دیکھا ہی نہیں۔ آج! ہم کو طعنہ دیتے ہیں۔ کہ تھوڑے سے الحمدیوں کو مروانا چاہتے ہو؟ ہم نے کہا۔

ہرگز نہ میرا آنکھ دلش زندہ شد بعشق ثبت است بر جریۃ عالم دوام مس۔ جو عرش والے کیلئے مرنے کا ارادہ کر لیتا ہے عرش والا اس کو زندہ جاوید بنا دیتا ہے

دُپرِ جوشِ نعرہ۔ اسلام کا بے باک سپاہی۔ احسان الہی۔ احسان الہی۔ (دردِ نعرہ) ہم۔ یہ مصلحت پوش، ضمیر فروش، یہ لوگ اس دور میں بھی تھے۔ کہتے تھے، اکیلے ہو کیا کر گئے؟ اور سرورِ کون و مکاں، اپنے چہرے کو اٹھا کر کہتے تھے۔ میں اکیلا کہاں ہوں عرش والا میرے ساتھ ہے۔ اکیلا تو وہ ہوتا ہے رب جس کے ساتھ نہیں ہوتا۔ جس کے ساتھ رب ہوتا ہے وہ اکیلا نہیں ہوتا۔ اِنَّ ذٰلِکَ

اللّٰهُ الَّذِیْ نَزَّلَ الْكِتٰبَ مجھ کو ڈراتے ہو میں اکیلا ہوں؟

عرش والا میرے ساتھ ہے۔ اور نکلتا۔ چلا ہوں میں جا کر اعلانِ حق کرتا، آوازِ حق بلند کرتا، ہاتھ! اللہ! کاش ہم وہ پتھر ہوتے جو نبی کے قدموں کو چوما کرتے تھے۔ کاش ہم! کپڑے کی وہ ٹاکیاں ہوتیں جو خدیجۃ الکبریٰ نبی کے زخموں پر رکھا کرتی تھیں۔ کاش! ہم بھی اس دفت ہوتے، اور اپنے آقا کے چہرے کو دیکھ کر اپنی آنکھوں پر جہنم کی آگ حرام کر لیتے۔ کتنے خوش نصیب تھے وہ لوگ جن کو سرورِ گرامی کے رخِ زیبا کو دیکھنے کا شرف حاصل ہوا۔ ان کی قسمت کا کیا کہنا ہے۔ وہ تو انسان تھے۔ اللہ نے تو ان بستیوں کو مقدس بنا دیا ہے جن بستیوں نے میرے آقا کے چہرے کو دیکھا ہے۔ وہ بستیاں مقدس ہو گئی ہیں۔



وَالَّذِينَ وَالَّذِينَ هَٰؤُلَاءِ سَيِّئِينَ ۖ هَٰذَا الْمَلَأَ الْأَرْضَ ۖ  
 ان لوگوں کا کہنا ہے۔ رگ کہتے ہیں محمدؐ اکیلے ہو۔ چھوڑو؟ ساری دنیا دشمن  
 ہے۔ تمہیں کیا نائدہ؟ بنی اپنے گھر میں تشریف لاتے۔ خدیجہ الکبریٰ تدموں میں بیٹھ جاتی۔  
 اپنے آقا کے چہرے سے گرد و غبار صاف کرتیں۔ ان کے کرتے کو اٹھاتیں زخموں میں  
 اپنا دھپہ رکھتیں۔ قدم ہائے مبارکہ کو پانی سے دھوتیں، اور کہتیں۔

كَلَّا ۚ قَالَ لَا يُخْزِيكَ اللَّهُ أَبَدًا  
 میرے آقا! میرا رب تیرے ساتھ ہے۔ اور جس کے ساتھ رب ہوتا ہے۔ دنیا  
 کی کوئی طاقت اس کو پسپا نہیں کر سکتی۔ محمدؐ! پھراٹھتے۔

فَاَصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِينَ ۚ  
 مکہ کے بازاروں میں جا کر کے توحید کا پھر پرچم بلند کرتے ہیں۔ پھر مار پڑتی ہے پھر  
 گھبراتے اور مریضین نے لکھا ہے ایک دفعہ نبی کائنات کو اتنا مارا کہ حضور علیہ السلام بے ہوش  
 ہو کر مکہ کے ایک چوراہے میں گر پڑے۔ ننھی سی نبی کی بیٹی فاطمہ۔ اس کو کھیتی ہوئی کو کسی نے کہا۔  
 تیرے بابا کو آج دشمنوں نے اتنا مارا ہے کہ وہ بے ہوش پڑا ہوا ہے۔ فاطمہ دوڑی ہوئی روتی  
 ہوئی آئیں۔ اپنے بابا کے جسم اطہر کو دیکھا۔ ننھی سی فاطمہ تین چار برس کی عمر ہے۔ نگاہیں  
 آسمان کی طرف اٹھیں۔ اللہ! لوگوں نے میرے اس باپ کو مارا ہے جس نے زندگی میں  
 کبھی کسی کو گالی بھی نہیں دی ہے۔ اللہ! میرے بابا نے گالی تو بڑی بات ہے میں نے  
 اس دن بھی اپنے بابا کو دیکھا تھا جب اس کے گلوئے اطہر میں نماز کی حالت میں لوگوں نے  
 کپڑا ڈالا ہوا تھا۔ اس کے گلے کو گھوٹ رہے تھے۔ اس کی آنکھیں باہر ابل پڑی تھیں  
 لیکن! اللہ! وہ اس وقت بھی تیری بارگاہ سے ہٹا اور نہ ان کے بارے میں کوئی غفلت  
 برا کہا۔ اور جب نماز سے فارغ ہوا گلوئے اطہر پر کپڑے کے نشانات تھے۔ اور جبریل  
 نے آکر کہا۔ محمدؐ! تیرا گلا پھل گیا ہے۔ رب کی توحید کے لیے پہلے بیوں کے گلے تو

کٹ بھی گئے تھے۔

اللَّهُمَّ اهْدِ قَوَّحِي فَإِنَّهُمْ لَا يَعْلَمُونَ

اللہ! جو جی چاہے کر لے میں تیری راہ سے ہٹنے والا نہیں ہوں۔ یہ اپنی کر کے دیکھ لیں۔

او۔ ایلحدیثو! آج چھوٹی چھوٹی باتوں پہ دل شکستہ ہو جاتے ہو، آج معمولی معمولی

معنوں پر گھبرا جاتے ہو۔ او۔ جب بھی دل میں ملال آئے تو مہینے والے تاجدار کو

دیکھ لیا کرو۔ تم اس سے بڑے تو نہیں ہو۔ تم رب کی نظر میں اس سے عزیز تر تو نہیں ہو،

او۔ وہ تو وہ تھا، جب چلتا تھا تو جبریل اس کی رکاب تھامتا تھا۔ وہ تو وہ تھا،

کہ جب نگاہ آسمان کی طرف ڈالتا تھا تو قبلہ تبدیل ہو جاتا تھا وہ تو وہ تھا! کہ جب

اس کے دل سے ہوک اٹھتی تھی تو کائنات بدل جاتی تھی۔ (پُر جوش بلند آواز سے۔ نعرہ

تکبیر! اللہ اکبر تین دفعہ۔ شان رسالت! زندہ باد! دفعہ۔ مسلک اہلحدیث! زندہ باد۔

تین دفعہ۔ خطیب عالم اسلام علامہ احسان الہی ظہیر! زندہ باد۔ تین دفعہ)

وہ تو وہ تھا! کہ جس کی حرکتوں کو رب نے قرآن لے حروف بنا دیا تھا۔ وہ تو وہ تھا،

کہ جس مسجد میں اس نے نماز پڑھی تھی اس مسجد میں رب نے نماز کو ایک لاکھ نماز بنا دیا تھا۔

وہ تو وہ تھا! جس قبرستان میں اس نے دعا مانگی تھی۔ رب نے اس قبرستان کو جنت

قرار دے دیا تھا۔ او۔ وہ تو وہ تھا! جس جگہ وہ خود لیٹا تھا وہ دَوْصَۃٌ مِّنْ

رِیَاضِ الْجَنَّةِ بن گیا تھا۔ وہ تو وہ تھا! کہ جب اُنکھ اٹھاتا تھا جبرائیل اُچھاتا تھا،

جب نگاہ بدلتا تھا میکائیل آ جاتا تھا۔ جب پیشانی پہ بل پڑتے تھے فاروق نور بہت

ہو جاتے تھے۔ وہ تو وہ تھا! کہ جب اس کی پیشانی پر شکن پڑ جاتی تھی تو کائنات

کی شکن چشم آلود ہو جاتی تھی۔ وہ تو وہ تھا! جس کے ادنیٰ اشارہ ابر پر کٹ جانا

لوگ اپنے اپنے بانٹ سہات سمجھتے تھے۔ وہ تو وہ تھا! کہ لوگ اس کے دستور

کے قسطن کو زمین پر گرنے نہیں دیتے تھے۔ او۔ وہ تو وہ تھا! کہ جس پہ

اس کی نگاہ پڑ جاتی جہنم اس پر حرام ہو جاتی تھی۔ (پرجوش عوامی نعرو۔ نعرہ تکبیر! اللہ اکبر  
 تین بار۔) وہ تو وہ تھا! تم اس سے بھی بڑھ گئے ہو؟ تم اس سے بھی نازک ہو گئے  
 ہو؟ تم اس سے زیادہ اپنے آپ کو بکھنے لگ گئے ہو؟ تم نے اپنے آپ کو اس سے بھی  
 زیادہ گراں تر بنا لیا ہے۔ اگر اس نے ماریں کھائی تھیں تو تمہارا جسم کوئی گندن کا تو  
 نہیں بنا ہوا! اگر اس نے گالیاں کھائیں تھیں۔ ۱۰۔ اس نے گالیاں کھائیں۔۔۔۔۔  
 تمہیں کیا معلوم ہے۔ کہ راہ حق کے راہیوں کو حق کے لیے کن صعوبتوں کو برداشت کرنا  
 پڑتا ہے۔ اس نے۔ ہائے ہائے۔ انس! تیری یاد کس وقت آئی  
 ہے۔ ایک ماں وہ ماں تھی اس نے منت مانی اللہ! مجھے بیٹا عطا کر دے تو میں  
 اسے تیرے محمدؐ کا خادم بنا دوں گی۔ کیا منت مانی ہے۔ آج! ماں منتیں مانتی ہیں۔  
 مجھے بیٹا عطا کریں اسے چوہری بناؤں گی اور انس کی ماں دعا کرتی ہے کہ اللہ! اگر  
 بیٹا عطا کیا تو تیرے محمدؐ کی بارگاہ میں خدمت کے لیے وقف کر دوں گی۔ اور پھر  
 دس سال خدمت کی۔ پوچھو۔؟ عاتقہ ابراہیم و کبیرہ (سے پوچھو؟ حبیب الرحمن  
 دزدانی سے۔ پوچھو؟ علاء کرام سے۔ کہا! (انس نے) پھر رب نے میری ماں  
 کی منت کو پورا کیا۔ انس کی ماں! تیرے نصیبے کا کیا کہنا ہے۔ اور انس! تیری  
 قسمت کا کیا کہنا۔ محمدؐ کا سراپا و اطہر اور تجھ کو خدمت کیلئے ۷  
 یہ رتبہ بلند بلا جس کو مل گیا۔ اور میں کہا کرتا ہوں یہ خدمت کیلئے وقفہ ماں نہیں کیا،  
 عرش والے نے کرایا ہے۔ کہ بچہ پسند آگیا تھا۔ مگھیا! جاؤ نبی کی خدمت کو؟  
 دس برس خدمت کی۔ دس سال، دس طویل برس کسی نے پوچھا! آما کو کیسا پایا ہے۔  
 کہا کئی دفعہ رٹا ٹوٹ کے گر گیا و مژدہ کر دے کیلئے آیا چوٹ گیا۔ ڈر گیا۔ کہ کوئی  
 کاتا جدار کیا کہے گا۔ فرمایا یہ نگاہ اٹھا کے دیکھا تو مسکرا ہٹنے میرے زخمی دل پہ  
 پھا ہے رکھ دیئے تھے۔ دس برس کا طویل عرصہ۔ کہا۔ اس دس سال کے طویل عرصہ



میں میرے آقا نے مجھے کبھی اُف بھی نہیں کہا ہے۔ اُسے بھی نہیں کہا۔ او۔ یہ تو خام تھا۔ خدمت گزار تھا۔ نیکو کاراں کا بیٹا تھا۔ نبی کی مانسنے والی ہستی، یہ جان قربان کرنے والی ماں کا بیٹا تھا۔

اور یہاں تو اس نے بھی میرے آقا کے صبر کو آزما کے دیکھا جو نہ دناوار تھا، نہ یار تھا، نہ تابعدار تھا، نہ جان نثار تھا، جس نے کبھی محمدؐ کو دیکھا ہی نہیں تھا۔

— بزمِ غمِ خود بزمِ غمِ خویش —

کمانڈر تھا، جبریل تھا، تاجور تھا، تاجدار تھا، پکڑ کے لایا گیا۔ مسجد نبوی میں باندھ دیا گیا۔ رؤف درحسبم کو خبر دی گئی۔ تھامہ، یاسرہ کا گورنر پکڑا ہوا آیا ہے۔ آب تشریف لے گئے۔ دیکھا۔ خوبصورت چہرہ، لمبا قد، توانا جسم، پھراٹو اسینہ، اکثر سی ہوئی گردن، انھی ہوئی نگاہیں، تمکنت، شان رشکوہ، سطوت، شہرت ہے۔ حکمرانی کے جتنے عیب ہیں سارے پائے جاتے ہیں۔ سرورِ سولاں م کے بڑے۔ کہا۔ تھامہ! کیسے ہو؟ کہا۔ گرفتار کر کے پوچھتے ہو کیسا ہوں! فرمایا۔ کوئی تکلیف پہنچی ہو؟ کہا۔ نہ تمہاری تکلیف کی کوئی پرداہ، نہ تمہاری راحت کا کوئی خدمتہ۔ جو جی چاہے کر لو؛ حضورؐ نے فرمایا۔ بڑا تیز مزاج آدمی ہے۔ اسے صحابہ کو دیکھا۔ کہا۔ اس کو دکھ تو نہیں پہنچایا؟ کہا۔ یا رسول اللہ! گرفتاری ہی کیا ہے دکھ کوئی نہیں پہنچایا۔ فرمایا۔ تھامہ! ذرا میری طرف نگاہ اٹھا کے دیکھو تو سہی؟ اس نے کیا کہا۔

ان تَقْتُلْ ذَا دِمٍ وَاِنْ تُنْعِمُ تُنْعِمُ عَلٰی مُنْعِمٍ  
کیا نظر اٹھا کر دیکھنے کی بات کرتا ہے جا۔ نہیں دیکھتا۔ مجھ کو مارا جائے گا تو میرے خون کا بدلہ لیا جائے گا۔ کیا ہے — حائے حائے — میں کہتا ہوں جبریل امین بھی غیض و غضب میں آگئے ہوں گے۔ فاروق کی پیشانی سلوٹوں سے بھر گئی، تلوار

کے سیان پر ہاتھ تڑپنے لگا، اشارہ دے کر وہ اس کی گردن پر ہوا خستہ کعبہ سیر ہوں۔ یہ کیا سمجھتا ہے؟۔ لیکن۔ چشم فلک نے دیکھا ہونٹوں پہ مسکراہٹ ہے۔ فریاد جتنا غصہ ہے جی چاہے نکال لو۔ لیکن ہمارا چہرہ تو دیکھو؟  
 ہائے ہائے ہائے۔ اس نے کیا جواب دیا۔ اس نے مریے والے کو دیکھا ہی نہیں تھا۔ اس نے کہا۔ تیرا چہرہ کیا دیکھوں کائنات میں تجھ سے بد صورت آدمی کوئی نہیں ہے۔ اس کو کہا کہ جس کے بارے میں کسی نے کہا تھا۔

حسن یوسف دم عینی بد بیضاڑی      آنچہ خویاں مہمہ دازند تو تنہا داری  
 ماں نے ایسا حسین بچہ کبھی جتنا ہی نہیں۔ چشم فلک نے ایسا خوبصورت وجود کبھی دیکھا ہی نہیں۔ اور ایک بات حسن کی آئی ہے تو سن لیں! حسن کی بات بھی سن لو؟ ہائے ہائے۔ ہمیں وہ لوگ اپنے آپ کو پیر منواتے ہیں جن کے چہروں پہ گرہن لگا ہوا ہے۔ وہ منواتے ہیں۔ ان کی زیارت کے لیے۔ کہتے ہیں! رسول اللہ آئیں گے۔ جن کا چہرہ دیکھ لیا جائے صبح کو۔ تو شام کو روٹی میسر نہیں آتی۔ وہ کہتے ہیں۔ وہ۔ ہائے ہائے۔ املہ! خدا کی قسم ہے۔

افسوس بے شمار سخن ہائے گفستی      خوفِ فسادِ خلق سے ناگفتہ رہ گئیں  
 میرا بھائی یزدانی تذکرہ کر رہا تھا اور میری آنکھوں میں آنسو تھے۔ آج لوگ کہتے ہیں وہ ہمارے پاس آئیں گے۔ اد۔ ان کو عشق کا کیا پتہ ہے؟ انھوں نے ادیس قمری کو نہیں دیکھا جو ساری عمر ایسے ہی روتے ہوئے مر گیا کہ محل کا چہرہ دیکھوں تو کیسے دیکھوں۔ ایک دفعہ بے تاب ہو گیا۔ اور قافلے والوں کو کہا جاؤ؟ میرے آقا کو کہہ دو اب مجھے تیری دید نے بد حال کر دیا ہے، اب میرا سینہ چٹ چلا ہے، تیری دید کی پیاس میں، تیری دید کی لگن میں، آقا! کیا کروں؟ بد حال ہو گیا ہوں۔ اب یہ صدمہ، اب یہ آرزو، اب یہ پیار، اب یہ محبت، اب یہ تمنا مجھ سے برداشت نہیں

ہوئی۔ آقا نے پیغام بھیجا اور سیس! بڑھیا! ان کو پھوٹ کے نہیں آتا۔ آج ملاقات نہیں ہو  
گی توجنت کے دروازوں پہ ہو جائے گی۔ آج تمہیں کیا پتہ ہے اس سرور رسولان کا  
تم اس کو اپنے گھر بلائے ہو۔ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ خدا اگر ہمیں اس کے گھر بلائے تو ہماری  
یہ بڑی سعادت ہے۔ ہم میں تو اتنی بہت بھی نہیں ہے۔ کہ تاجداروں کے تاج کے  
بارے میں کبھی خواب میں بھی کہہ سکیں کہ ہمارے گھر آئے۔

ادب کا محبت زیر آماں اگرچہ نازک تر

نفس گم کردہ می آید حسید و بایزید ایس جا

یہاں تو حالت صدیقی و فاروق کی ہے۔ بات حسن سے چلی تھی۔ حیران ہو جاؤ۔  
وہاں میو! اس لو! حیران ہو جاؤ سن کر! نبی کی بارگاہ میں تیس تیس برس صحابہؓ  
رہے ہیں۔ ۲۳ سال رہے ہیں۔ ۲۳ سال۔ صدیق نے ایمان کے بعد ۲۳ سال  
گزارے ہیں۔ علیؓ نے ایمان کے بعد سترے بائیس سال گزارے ہیں، فاروق نے  
ایمان کے بعد اکیس برس گزارے ہیں اور اکیس برس طلحہ نے زبیر نے سعد ابن ابی  
و قاص نے عمرو بن عاص نے ابو عبیدہ بن جراح نے سعید بن عاص نے۔ لیکن حسن  
کی ذرا نی کا عالم یہ تھا کہ کسی کی نگاہ کبھی آقا کے چہرے پر نہ تھی۔ کسی نے نہیں  
دیکھا۔ خدا کی قسم ہے۔ میں نے ایک دفعہ ایک برس تلاش کیا۔ ایک سال۔ اور وہ  
بندہ کہہ رہا ہے کہ الحمد للہ جس کے بارے میں اس کے دشمن بھی، اور سارے طعنے دے  
سکتے ہیں بے علمی کا طعنہ نہیں دے سکتے۔ ایک برس میں نے حدیث کی کتابوں میں  
تلاش کیا، سیرت کی کتابوں میں ڈھونڈا ایک برس، پورا ایک سال کہ کسی ایک  
صحابی سے مجھے محمدؐ کا چہرہ نظر آجائے، کوئی ایک صحابی حضور کا طبع بیان کر دے  
ایک برس ڈھونڈ ڈھونڈ کر تھک گیا۔ سب کو دیکھا تو یہی کہہ رہے تھے کہ

آقا تھا گرویدہ ام مہربتاں برویدہ ام



کسی اور خوبان دیدہ ام اتنا تو چیسز سے دیگری  
 ترے چہرے کی کیفیات، اور اس کی شکل و صورت کیسے بیان کروں کہ! ایک دفعہ  
 دیکھا ہے تو پھر دیکھنے کی ہمت ہی نہیں ہوتی ہے۔ کون ہے جو دیکھے۔ کس میں  
 یارا ہے جو نظر نکا کے دیکھے، سر کو اٹھا کر دیکھے، نگاہوں کو جلا کے دیکھے۔ کس  
 میں طاقت ہے۔ حسن کا۔ عالم کہ! ایک دفعہ نظر اٹھی۔ پھر ہمیشہ سچی ہی گوری رہی  
 اور کہا نہ۔

نظریں جھکا کے چسکو جسم و حیاں بچا کے چلو  
 ادب گاہ ہے۔؟ کس نے دیکھا ہے؟ کون ہے جو اس چہرہ لبتہ کو دیکھنے کی جرأت  
 کر سکے۔ صدیق رف سے بھی پوچھا گیا کہ! کیا دیکھا؟ اس نے کہا۔ بس ایک چاند تھا۔  
 جو ساری کائنات کو اپنی آغوش میں لیے ہوئے تھا۔ اور کچھ یاد نہیں۔ اور سب سے  
 بہتر حلیہ اُمّ معبدؓ نے بیان کیا ہے۔ وہ تو بیمار ہی ان پڑھ تھی، نا آشنا تھی،  
 نا آشنا سا تھی، اور نہ جاننے والی تھی۔ اس کے دروازے پہ عجلت پہنچے تھے اور  
 کہاں تھا۔ اتنا! میرے یار ابو بکر کو بھوک لگی ہے کچھ کھانے کو دے دے؟  
 تو اس ماں نے کہا تھا بیٹا! ایسا سا فر تو زندگی میں کبھی نہیں دیکھا۔

آئیں وہ گھر ہمارے خدا کی قدرت ہے کبھی ہم اُن کو کبھی اپنے گھر کو دیکھتے ہیں  
 اور ذرا سننے والی بات ہے۔ ۱۰۔ بولیں! قصہ بیان کرتے ہو۔ آؤ،  
 اب رنج مصطفیٰؐ کا تذکرہ ہم وہابیوں سے بھی سن لو؟ اُمّ معبدؓ نے کہا۔ خوبصورت  
 مسافر! آج تو گھر میں کھانے کو کچھ بھی نہیں ہے۔ آج ہی گھر میں بریاد نہ ہوا۔

میرے آقا کی نظر صحن خیبر میں بندھی ہوئی بکری پر پڑی، مدتوں سے جس کا دودھ  
 خشک ہو چکا تھا، کہا۔ آقا! کھانے کو کچھ نہیں تو اس بڑھیا بکری کا دودھ  
 ہی پلا دے؟ ہائے ہائے۔ اب ایک ہی دفعہ دیکھا ہے پھر نگاہ اٹھانے کی ہمت

نہیں ہے۔ نظریں جھٹک کے کہنے لگی۔ اس نے تو دودھ دینا کئی برسوں سے چھوڑ رکھا ہے۔  
 کہا اماں! اگر تو اجازت دے تو ہم تجربہ کر کے دیکھیں؟ تو برتن تولے آ؟۔ ام مہربان  
 کہتی ہے دل میں سنسی، لیکن چہرے کا بھل اُتارنا تھا کہ انکار کی جرأت نہیں ہو سکی۔  
 چھوٹا سا برتن اٹھا کے لے آئی۔ اس کو کیا پتہ ہے کہ یہ کون آیا ہے۔ اس نے کہا۔ اجنبی  
 ہے، مسافر ہے، بھوکا ہے، خند کر رہا ہے۔ چلو اپنی ضد دیکھ لے۔ اس کو کیا پتہ کہ آج  
 وہ آیا ہے کہ جس طرف رہ جاتا ہے رب کی رحمتیں ساتھ جاتی ہیں (عوامی جرش ماشاء اللہ ماشاء اللہ)  
 اس کو کیا پتہ ہے، اس کو کیا معلوم ہے، کہ آج اس کے دروازے پر کون آیا ہے۔ چھوٹا  
 سا برتن اٹھا کے لے آئی۔ نبیؐ نے صدیق کو دیکھا اور صدیق نے نبیؐ کو دیکھا۔ مسکرائے۔  
 اس طرح معلوم ہوا جس طرح چاندنی رات کو اندھیری رات میں بادلوں کی اڑت سے  
 چاند نکل آیا ہے۔ وہ دانت کہ جب مسکراتے، تو لوگوں کو آسمان پہ کوندنے والی بجلیاں  
 یاد آ جاتیں۔ موتی کی طرح سفید۔ میرے آقا! تیری بات کا کیا کہنا ہے۔ ام مہربان  
 سا برتن اٹھا کے لائی۔ میرے آقا نے مسکرا کے پکڑا۔ بکری کے نیچے بیٹھے۔ تمہیں کو ہاتھ  
 لگایا۔ معلوم ہوا بکری اسی مسافر کا انتظار کر رہی تھی۔ دودھ اس طرح آیا جس طرح  
 سادہ کے سینے میں بادل اٹھ کر آتے ہیں۔ برتن سارے بھر گئے۔ دودھ ختم ہونے  
 میں نہیں آیا ہے۔ حضورؐ نے پایا ابو بکر کو پلایا۔ اور چل نکلے۔ ام مہربان کہنے لگی مسافر!  
 میں تجھے جانتی تو نہیں ہوں، مگر تو اتنی برکتوں والا ہے میرا جی چاہتا ہے تو ایک  
 رات میرے گھر میں قیام کر لے؟ میرا شوہر شکار کیلئے گیا ہوا ہے وہ تیری خدمت  
 کرے گا میں تیرے لئے اپنے ہاتھ سے ہنڈیا بناؤں گی۔ میرے چاند سے بیٹھے!  
 میں تجھ کو کھلاؤں گی، تو نہ جا؟۔ میرے آقا کی زبان سے نکلا۔ نکلا نہیں بلکہ عرش  
 والے نے نکلوا یا ہے۔

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ

کہا اُمّاں! میں جانتے کہ بے تھوڑا آیا ہوں۔ میں پھر پلٹ کے آنے والا ہوں۔  
اور جب وہ چلے گئے تو بات جو بتلانی مقصود تھی وہ یہ تھی کہ ابو معبد آئے انھر میں  
رونق دیکھی، رحمنوں کا برستا ہوا دیکھا، انوار کی برکھا دیکھی، تجلیات کا مہینہ دیکھا۔  
کہا۔ ام معبد! کون آیا کون گیا؟

ابھی اس راہ سے کوئی گیا ہے۔ کہے دیتی ہے شوخی نقش پاکی۔

مورخین نے ام معبد کے الفاظ نقل کئے ہیں جو بات بتلانا چاہتا ہوں وہ یہ ہے۔  
ام معبد نے کہا ابو معبد! یہ نہ پوچھو کون آیا تھا۔ کہا کیوں؟ کیسا تھا؟ کیا رنگ  
تھا کیا شکل تھی کیا ڈھنگ تھا؟۔ کہا۔ مجھے کچھ معلوم نہیں۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ  
آسمانوں کا سردار تھا جزرین پہ اتر آیا تھا، وہ تو سورج تھا، وہ دکنات ہوا ستارہ تھا،  
وہ تو روشن تارا تھا جو لمحے بھر کے لیے ہمارے گھر میں آیا تھا اور کٹیا کو ایسے روشن کر  
دیا کہ اب وہ جب تک پلٹ کے نہ آئے گا کٹیا اس کی خوشبو سے مہکتی رہے گی۔ جن کا  
یہ عالم قرآن نے کیا کچھ نہیں کہلوا یا۔ اس کو کیا کچھ نہیں کہا گیا۔ ہم قحاطہ بالیاں  
دے رہے برا بھلا کہہ رہے ہو۔ ذرا نظروں کو اٹھاؤ تو سہی، ذرا میرے چہرے پر اپنی  
نگاہوں کو جماؤ تو سہی، ذرا مجھ کو دیکھو تو سہی؟ اس نے کہا!

لَمَّا رَدَّ جُحْمًا أَقْبَعَ مِنْ وَجْهِكَ عَلَى وَجْهِ الْبَيْتِ

کیا دیکھوں؟ روئے زمیں پہ تجھ سے بد صورت چہرہ کوئی ہے ہی نہیں  
(نعوذ باللہ) ہائے ہائے۔ لوگو! یہ میرا آقا تھا جس کے نقش قدم پر تم نے  
چلنا ہے۔ جب بے آسرا تھا تب بھی گالیاں کھائیں۔ شکن نہیں ڈالی، آج تاجدار  
تھا اپنے گھر میں گالی سنتا ہے لیکن پیشانی پہ شکن نہیں ڈالتا ہے۔ کس۔ کوئی  
بات نہیں میری بستی کی طرف تو نگاہ ڈالو؟ اس نے کہا۔ میں نے روم دیوناق۔  
ایران و مصر کی بستیاں دیکھیں مگر تیری بستی کا ناتہ کی سب سے بد صورت

بستی ہے دفعہ ذی اللہ) اس بستی کو کیا دیکھوں؟ ہائے ہائے۔ کہا۔ کوئی بات نہیں ہے۔ دوسرے دن آئے پھر وہی جواب، تیسرے دن کہنے لگے ہم تجھ سے کچھ نہیں مانگتے ذرا دیکھ تو لو؟۔ کہا۔ نہیں دیکھا؟ اب؟ آسمان گوش برآواز تھے۔ عذرا زمین سہمی پڑی تھی، آسمان ساکن تھا بچا رہا، دیکھیں! آج اس تاجور کی زبان سے کیا حکم صادر ہوتا ہے۔ اس گستاخ کو کیا سزا ملتی ہے۔ لوگوں نے دیکھا، کائنات نے دیکھا، آسمان طبرہ نے دیکھا، مسجد نبوی نے دیکھا، اس ستون نے دیکھا جس کے ساتھ تمامہ بندھا ہوا تھا۔ اب حکم صادر ہوگا اس کی گردن اڑ جائے گی۔ — مگر —

ہمیشہ مسکرانے والا آقا سکرایا۔ فسرایا جاؤ! ہم نے اسے چھوڑ دیا ہے چلے جاؤ؟ ہم نے اسے رہا کر دیا ہے۔ ہم تجھے کچھ نہیں کہتے تو بڑا آدمی ہے بڑے ملک کا حکمران ہے تو نہیں دیکھتا ہم تجھے کیا کہیں گے جاؤ؟ اور اپنے صحابہ کو جن کی تلواریں تمامہ کی گردن کاٹنے کیلئے بے تاب تھیں انکو کہا۔ بڑا آدمی ہے عزت کے ساتھ لیجا کر اس کو مینہ سے رخصت کر دو؟۔ ہاتے ہاتے۔ انھوں نے چھوڑا۔ پٹھے ہوئے اس کے دل میں خیال آیا۔ بڑے حکمران بھی دیکھے، محکوم بھی دیکھے، جرنیل بھی دیکھے کرنیل بھی دیکھے، صدر بھی دیکھے کمانڈر بھی دیکھے، اتنا حوصلہ والا تو کبھی نہیں دیکھا۔ اس کے چہرے کو تو دیکھوں ہے کیسا؟

ع بس اک نگاہ پر ٹھہرا ہے فیصلہ دل کا ع

پھر دیکھا۔ دیکھ کر سر پٹ بھاگا۔ ڈر کی لگادی۔ ہائے ہائے۔ در پھر آگے میں نہیں کہتا تمامہ سے سنو! وہ کیا کہتا ہے۔ کہا۔ تدم آگے کی طرف بھاگ رہے تھے دل پیچھے کی طرف بھاگ رہا تھا۔ ڈر سیل بھاگتا چلا گیا اور جتنی رفتار سے گیا تھا اس سے دگنی رفتار سے واپس پلٹ آیا۔ وہ ماہِ عام، ننگی زمیں پہ اپنے



سحاب کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ اپنے یاروں کے ساتھ تنگی زمین پہ بیٹھا ہوا تھا۔ صحن مسجد پر  
 ہنگے فرش پڑا یا۔ نبی نے نگاہ ڈالی سامنے ٹھارے ٹھارے۔ فرمایا ہم تھے تو تجھے چھوڑ  
 دیا تھا پھر آگئے؟۔ کھسا۔ مجھ کو اپنا بنا کے چھوڑ دیا۔ کیا اسیری ہے کیا  
 رہائی ہے۔ چھوڑا تب تھا جب تیرا چہرہ نہیں دیکھا تھا۔ اب تیرا چہرہ دیکھ لیا،  
 اب زندگی بھر کے لیے تیری زلفوں کا اسیر ہو گیا ہوں (عوام کا پرجوش نعرہ: پریز لہنا،  
 مصطفیٰ مصطفیٰ تین دفعہ۔ امام اعظم امام دین۔ رحمۃ للعالمین چار دفعہ) اور لوگو! تم  
 اس نبی کے سامنے والے ہو۔ (المحدث) یوتھ فورس کے جوانو! تمہارے سامنے یہ  
 ملاں ملانے، یہ اسوہ نہیں ہیں یہ مدینے والا اسوہ ہے۔ خدا کی قسم ہے۔

اگر جواں ہوں میری قوم کے جسور و غیور قلندری مری کچھ کم سکندری سے نہیں  
 (عوام کا جذباتی پرجوش نعرہ: سرفروش سرفروش۔ یوتھ فورس یوتھ فورس۔ دو دفعہ)  
 اگو تم آج اس چھت کے نیچے بیٹھنے والے لوگ، اور نہیں۔ صرف اس چھت کے نیچے  
 بیٹھنے والے۔ باقیوں کو نہیں کہتا۔ صرف تم کو کہتا ہوں اپنے دل سے پوچھ لو؟ اپنے  
 من میں جھانک لو، اپنے خون کی گردش سے سوال کر لو، اپنے جگر کو ٹٹول لو، اپنے  
 دماغوں کو گھنگال لو۔ اگر آج۔ تم اس بہادر نبی کے اسوہ کو اپنا کر قرآن دست  
 کا پرچم تھام لو۔ اور میں کبریا کی کبریا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ  
 دس برس نہیں گزریں گے پاکستان میں اگر پرچم لہرائے گا تو صرف اہلحدیث  
 کا لہرائے گا۔ درجذباتی پرجوش نعرہ: نصر و تجیر۔ اللہ اکبر دو دفعہ۔ مسلک اہلحدیث۔  
 زندہ باد دو دفعہ۔ اسلام کا بے باک سپاہی۔ احسان الہی احسان الہی۔ تین دفعہ۔  
 لیکن بزدلوں کی روائی بزدلی لے کر نہیں چلنا۔ جس کا دل دھڑکتا ہے ہماری بات  
 سن کر وہ بے شک ہم سے جدا ہو جائے۔ ہم نے کبھے کے رب کی قسم!  
 شاعر کے الفاظ میں

خونِ دل دے کے نکھڑیں گے رخِ برگِ گلاب ہم نے گلشن کے تحفظ کی قسم کھائی ہے  
 اور وہ گلشن ضیاء الحق کا نہیں۔ اس کے باپ کا نہیں اس کے بیٹوں کا نہیں۔ بڑا  
 قبر فروش اور مردہ پرش، مردہ پرست نواز شریف کا نہیں۔ جوارے کے مرید جو نیچو  
 کا نہیں۔ بکتے والے بھگنے والے ملاؤں کا نہیں۔ وہ گلشنِ دینیہ کے لال کا، جس کے دو  
 بڑے پھول ہیں ایک رب کا قرآن ہے دوسرا محمدؐ کا فرمان ہے۔ (عوام کا اتہائی  
 جذباتی پرجوش نعرہ۔ نعرۂ تجکیر۔ اللہ اکبر و دفعہ۔ مسلکِ اہلحدیث۔ زندہ باد و دفعہ۔  
 قرآن و سنت۔ زندہ باد تین دفعہ۔ قائدِ اسلام علامہ احسان الہی ظہیر۔ زندہ باد تین دفعہ۔)  
 ہمارے ساتھ وہ نکلے جو لب کی چو کھٹ پر دلِ دجان نچاؤر کرنے کا حوصلہ رکھتا  
 ہو۔ ہم لوگوں کو جھوٹ نہیں بتلاتے۔ ہم کبیر کھلانے کے لیے نہیں لے جائیں گے، ہم خستم  
 پڑ جانے کیلئے نہیں لے جائیں گے۔ جس نے جانا ہے وہ اوروں کے ساتھ چلا جائے  
 ہم نہ ٹل جو منے والے نہ ہاتھ جو منے والے ہیں۔ انشاء اللہ۔ ہمارے ساتھ جس نے چلنا ہے  
 علیٰ وجہ البصیرت چلے۔

ہمارا راستہ دو طرف جاتا ہے۔ منزل ایک ہے۔ یا سر بلند رکھ کے غازی  
 بن کے جیو یا سر کٹنا کے شہید بن کے مرو؟ (پرجوش سامعین کا نعرہ۔ اسلام کا بے باک  
 سپاہی۔ احسان الہی احسان الہی۔ دو دفعہ علامہ احسان قدم بڑھاؤ۔ ہم تمہارے ساتھ  
 ہیں۔ تین دفعہ۔ سرفروش سرفروش۔ یوتھ فورس یوتھ فورس۔ تین دفعہ۔)

ہمارا راستہ ابتداؤں کا راستہ ہے۔ ہمارا راستہ؟ آریا شوں کا راستہ ہے ہمارا  
 راستہ گھنائیوں کا راستہ ہے۔ ہمارے ساتھ چلے تو کوئی آبلہ پا چلے؟ جس نے اپنے پیروں  
 کو پھول باندھے ہوئے ہیں وہ بازارِ گناہ میں چلا جائے؟ ہمیں اس کی ضرورت نہیں ہے۔  
 ہم کانٹوں پہ چلنا سیکھے، ہم تلوار کی دھار پہ رقص کرنا سیکھے، ہم بندرتوں کے سامنے  
 عسکر کی عظمت کیلئے کھڑا ہرنا، سیکھے، ہم مارشل لا، کے سامنے قرآن و سنت

کی بالادستی کے لئے سرفِٹھا کے جینا سیکھ، جو سر جھکانا چاہتا ہو وہ داتا دربار چلا جائے؟ ہمیں اس کی ضرورت نہیں ہے۔ ہنستے ہو! میں صاف کہتا ہوں جس نے جانا ہے سر جھکا کے، وہ اہلحدیثوں کو بدنام نہ کرے۔

شاہ شہیدؒ کے پاس قافلہ آزادی کی روانگی کے وقت ایک جوان رعنا آیا تھا۔ تناخو بصورت کر، سید احمد شہیدؒ کی بارگاہ میں جب وہ پہنچا۔ اسماعیل شہید کہتے ہیں، لوگوں کی نگاہیں اس کے چہرے پر جم گئیں۔ تناخو بصورت چہرہ کبھی نہیں دیکھا۔ چھوٹا سا۔ ابھی اس کو داڑھی بھی نہیں آئی تھی، نوچھوں کے بال بھی نہیں آئے تھے، شاہ شہیدؒ نے پوچھا بیٹے! کیوں آئے ہو؟ کہا۔ شاہ جی! آپ کا ساتھ دینے آیا ہوں۔ احمد شہیدؒ کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔ فرمایا بیٹا! میرا ساتھ دینے آئے ہو؟ پہلے میرے مسلک کا پتہ ہے؟ پہلے میری گذرگاہ کا علم ہے؟ پہلے میری روش کو جانتے ہو؟ کہنے لگا سید! کیا ہے؟ فرمایا! صبح کو کلاٹوں پہ چلنا، پتھروں پہ چلنا، رات کو آدھی رات کے بعد جاگنا، تلواروں کی چھاؤں میں لڑنا، اور رات کو کمر سیدھی کرنے کیلئے سونا نہیں، پچھلے پہر اٹھ کے رب کی بارگاہ میں گزر کرانا، اللہ کی بارگاہ میں سجدے کرنا۔ وہ جوان رو پڑا۔ کہنے لگا۔ شاہ جی! یہ ساری باتیں تو میری ماں نے مجھے بتادی تھیں۔ آپ نے نئی بات کون سی بتلائی ہے؟ سید احمدؒ نے اس کو یہاں (گالوں) سے پکڑا۔ دونوں ہاتھوں سے اس کے چہرے کو تھپتھپایا۔ کہنے لگے! بیٹا! جہاد کے میدان میں یہ پھول سے گال مر جاتا ہے گے۔ وہ نوجوان تڑپ اٹھا۔ اس نے کہا شاہ جی! میرے گال آمنہ کے لال کے گالوں سے تو بہتر نہیں ہیں؟ میں تو سوچ سمجھ کر آیا ہوں۔

لوگو! آؤ؟۔ مجھے تمہاری ضرورت ہے اپنی ذات کے لئے نہیں۔ خدا کی قسم ہے۔ اپنی ذات کے لئے نہیں، اپنے مقاصد کے لئے نہیں، مجھے تمہاری ضرورت ہے رب کی کبریائی کیلئے، محمدؐ کی مصطفائی کے لئے۔ لیکن یاد رکھو! میرا راستہ

پر خطر ہے۔ اور کائنات کے امام نے کہا تھا۔

إِنَّ الْجَنَّةَ لَمَحْجُوبَةٌ بِالصَّيْبِ أَوْ كَمَا قَالَ

جنت در رخ کو دیکھ کے آئے۔ کہا۔ آتا! جنت کیسی ہے؟ کہا۔ جنت سے خوبتر

کوئی کائنات کی جگہ نہیں لیکن راستہ کانٹوں سے بھرا ہوا ہے۔ أَحْسِبَ النَّاسُ

أَنْ يَشْرُكُوا أَنْ يَقُولُوا آمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُونَ ۝

کیا لوگوں نے سمجھا ہے کہ جنت انہیں مفت میں مل جائے گی؟

۱۰۔ سنو! وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلَيَعْلَمَنَّ اللَّهُ

الَّذِينَ صَدَقُوا وَلَيَعْلَمَنَّ الْكَذِبِينَ ۝

۱۰۔ پہلے مہیوں نے جنت کی دعوت دی۔ جنت کے راستے کی طرف چلے تو کانٹوں پر

نہیں بلکہ آروں سے چرائے گئے زندہ جلائے گئے۔

(سامعین کا پرجوش نعرہ۔ علامہ احسان قدم بڑھاؤ؟۔ ہم تمہارے ساتھ ہیں۔ تین دفعہ)

سنو! یہ نعرہ یہ نوجوان (نعیم بٹ) بلند کرے گا لیکن جواب دے جو اپنے

دل پہ ہاتھ رکھ کے کہے ”میں قرآن و سنت کے لیے اپنی جان قربان کر دوں گا“، باقی کوئی

جواب نہ دے۔ یہ نوجوان نعرہ لگائے گا۔ (وہ نوجوان پرجوش نعرہ لگاتا ہے۔ علامہ

احسان قدم بڑھاؤ؟۔ ہم تمہارے ساتھ ہیں۔ پچھ دفعہ)

اور انشاء اللہ سس لو! پھر کبریٰ کی ذات والا صفات کی قسم ہے میں اپنے جیتے جی نہیں

جنت کی طرف لے کے جاؤں گا۔ انشاء اللہ! میں تمہیں لڑاؤں گا نہ اپنے لیے نہ یزدانی

کیلے، نہ (حافظ ابراہیم) کیر پوری کیلے، نہ شیخ الحدیث (مولانا محمد عبداللہ

امیر صاحب) کیلے، میں تمہیں لڑاؤں گا رب کی توحید کے لیے محمدؐ کی عظمت کے لیے۔

(پرجوش عوامی نعرہ۔ نعرہ تکبیر۔ اللہ اکبر دو دفعہ) اسلام کا بے باک سپاہی۔ احسان الہی

احسان الہی دو دفعہ) اور انشاء اللہ! ہم اس طرح لڑیں گے جس طرح لڑنے کا سبق



ہمیں ہمارے آٹانے دیا ہے۔ اور آج۔ کچھ درد مرے دل میں سوا ہوتا ہے۔  
 میں بڑا تھکا ہوا تھا جب آیا تھا۔ اور وہابیوں نے تھکا دیا ہے کچھ مر نکال دیا۔  
 خدا کی قسم ہے آج رات بھی ایک بجے گھر پہنچا ہوں جلسہ کر کے۔ آج رات بھی جلسہ تھا  
 اور کل بھی جلسہ ہے۔ اسی وقت پناہ ملے گی جب قبر میں چلے جائیں گے۔ جو اماں ملی  
 تو کہاں ملی مرے جرم خانہ خراب کو۔ تیرے.....

لیکن کوئی بات نہیں ہے۔ جان وی وی ہوئی اسی کی تھی۔ حق تو یہ ہے کہ  
 حق ادا نہ ہوا۔ میں تمہیں اپنے رب کو گواہ بنا کے کہتا ہوں۔ ٹراؤں گا رب کے قرآن کے  
 لیے محمدؐ کے فرمان کیلئے۔

(حاضرین کا پُر عزم پُر جوش نعرہ۔ علامہ احسان قدم بڑھاؤ؟۔ ہم تمہارے ساتھ ہیں۔ چار دفعہ۔)  
 اور بات کہنے دیتا ہوں۔ یہ بھی نہ سمجھنا کہ تم ساتھ دو گے تب لڑوں گا۔ خدا کی  
 قسم ہے نہیں؟ میرے اللہ! تو لکھ لے؟ لوگو! تم نے قیامت کے دن گواہی دینی ہے  
 کعبے کے رب کی قسم ہے تم سارے پلٹ جاؤ میں اکیلا لڑوں گا۔ میں اکیلا لڑوں گا۔  
 پُر جوش نعروں کی گونج میں۔ شیر المحدث۔ زندہ باد۔ دُور دفعہ۔ خطیب ملت۔ زندہ  
 باد۔ دُور دفعہ۔ اسلام کلبے باک سپاہی۔ احسان الہی احسان الہی تین دفعہ۔ اور  
 اس وقت تک لڑوں گا جب تک مال روڈ (لاہور) پہرے والے کا پرچم نہیں لہرا جاتا۔  
 دُنعروں کی گونج۔ علامہ ساڈا شیراے۔ باقی ہمیر پھیراے۔ چار دفعہ  
 سنو! میں نے یہ عزم کیا ہوا ہے۔

اِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ

۱۰۔ مَرْتَر سارے ہی جاتے ہیں۔ جو شہادت کی موت نہیں مرتا وہ ہسپتال میں جا  
 کر مر جاتا ہے۔ کوئی بستر پہ مر جاتا ہے۔ کوئی ایڑیاں رگڑ رگڑ کے مر جاتا ہے کوئی ٹرک  
 کے نیچے آکے مر جاتا ہے۔

اَللّٰهُ! ہم تجھ سے موت مانگتے ہیں تو اپنی راہ میں شہادت کی موت  
نصیب فرما (آمین)

موت تو وہ ہے کہ جب خدا حشر کو پوچھے! کیا لے کے آئے ہو تو کہے اَللّٰهُ! گناہ  
تو بہت کئے ہیں لیکن ان گناہوں کو شہادت کی چادر کے خون میں ڈھانپا ہوا ہے۔ اس  
سے خوشگوار موت کیا ہے؟

لوگو! میں یہ کہہ رہا تھا۔ مجھے تمہاری ضرورت ہے۔ اور ضرورت ہے اس ملک میں  
قرآن کو غالب کرنے کیلئے محمدؐ کے فرمان کو غالب کرنے کیلئے۔ انشاء اللہ!

میں تمہیں ایک خوشخبری سناتا ہوں یاد رکھنا۔ ہم زندہ رہے تو ہم سے پرہیزنا۔ مر گئے  
تو دُعا کیلئے ہاتھ اٹھا دینا۔ یاد رکھنا اس بات کو۔ یہ صدی اچھڑیٹ کی صدی ہے وانشاء اللہ  
یہ زمانہ اچھڑیٹ کا زمانہ ہے وانشاء اللہ! یہ دور اچھڑیٹ کا دور ہے وانشاء اللہ! اس لیے کہ  
اب لوگ، ان گورکھ دھندوں سے تنگ آگئے ہیں، لوگ اب گھبرا گئے ہیں۔ غیر اللہ کو پہنچا ہوا  
کہ تمک گئے ہیں، ان کی پشیمانیں خاک آلود ہو گئی ہیں، لوگوں کو تہ چل گیا ہے۔ پشیمانیں زخمی  
دل خون آلود، لیکن کچھ بھی نہیں ہلا۔ اور لے گا تو بارگاہ الہی سے ملے گا۔ اور بڑے قانون  
یہاں آزما کے دیکھے گئے۔ یہاں بھٹو ازم بھی آزما یا گیا۔ آزما یا گیا کہ نہیں؟ (آزما یا گیا)  
یہاں یحییٰ ازم بھی آزما یا گیا، یہاں ایوب ازم بھی آزما یا گیا، یہاں۔ کبھی ترہی ٹرپی پہننے  
والا سکندر مرزا ہوتا تھا۔ کہتا تھا۔ میرے حکم کے بغیر پتا بھی حرکت نہیں کر سکتا۔ اور عرش  
راے کی گرفت آئی۔ اِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيدٌ

اللہ نے کہا پاگل! تو کہتا تھا پتا بھی حرکت نہیں کر سکتا۔ جا۔! دُڈ گز زمین  
بھی نہ مل سکی کرے یار میں۔ تیری لاش بھی پاکستان میں دفن نہیں ہو سکتی۔ یہ ہے  
عرش الہی کا مالک۔

لوگوں نے سب کچھ آزما یا۔ بھٹو ازم آزما یا۔ یحییٰ ازم آزما یا۔ ایوب ازم آزما یا

سکندر مرزا ازم آزما یاہ اور اب جھوٹے منسیا الحق کو بھی آزما یا جس کے بڑے بڑے  
لانے قبر پرست۔ لیکن۔ ع۔ مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی۔

مریض عشق پہ لعنت خدا کی۔ یہی تھا۔ نا۔

مریض عشق پہ رحمت خدا کی مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی  
کوئی عمل نہیں، کوئی علاج نہیں، اور مردے بھی آزما کے دیکھ لیئے۔ نہیں آزمائے؟  
(آزمائے) سنو! غور سے سنو! مردے بھی آزما کے دیکھ لیئے۔ اسی لئے تو  
ایک مجاور کو پنجاب کا گورنر بنایا گیا ہے۔ مردے بھی آزمائے کوئی کام نہیں آیا۔

ہاتے اقبال! تو کس وقت یاد آیا ہے۔ اس نے کہا! مسلمان امت!  
ع۔ تیری بیماری بھی پرانی تیرا نسخہ بھی پرانا۔ (پرجوش نعرے کتاب رست۔ زندہ  
باد دؤ دفعہ)

تیری بیماری بھی پرانی تیرا علاج بھی پرانا تیری مرض بھی ہماری تیرا طبیب بھی پرانا  
دگر نہ شفا مل سکتی؟ ..... نہیں اور

وہی تیری بیماری وہی نامحکم دل کی علاج اس کا وہی آب نشا انگور ہے ساقی!

او۔ جاؤ علاج کروانا ہے ترکے میں جاؤ یا مدینے میں جاؤ؟ امت کو پتہ چل  
گیا ہے کہ اب امت کے دردوں کا دارا، امت کی بیماریوں کا علاج کدہ مدینہ کے ہوا  
کہیں موجود؟ ..... نہیں۔ اس لئے میں کہتا ہوں۔ آج کا دور ہمارا دوسرا نشا  
آج کا دور ہمارا دوسرا ہے۔ اہلحدیث کا دوسرا ہے پرجوش نعروں کی گونج میں۔ اچھے ہو گئے۔

ربانی دیوانی۔ سات دفعہ)

اگو بیمار کو گور ٹھکانے نہیں لگانا چاہتے تو علاج کے لئے آجاؤ؟۔ ہمارے  
باس آؤ اور ہم تمہیں گور انوال سے پٹریاں لا کے نہیں دیں گے، سیالکوٹ کی نہیں  
دیں گے، ملتان کی نہیں دیں گے، ہم تمہیں آپ حیات دیں گے۔ تو یا کدہ سے لا کے

دیں گے یا مرنے سے لاکے دیں گے (پرجوش نعرہ۔ نعرہ تکبیر۔ اللہ اکبر وٹو دفعہ)  
 اور انشاء اللہ! اب اس ملک کی تقدیر کو رب نے الہدیت کے منشور کے ساتھ معلن کر دیا  
 ہے۔ اب تقدیر بدلے گی۔ الہدیت کا نظام چلاؤ گے انشاء اللہ۔ اور الہدیت کا نظام  
 کیا ہے۔ سن لو! الہدیت کا دستور قرآن ہے۔ سارے کہو؟ الہدیت کا دستور؟۔  
 قرآن ہے۔ اونچی کہو؟ الہدیت کا دستور؟۔ قرآن ہے۔ اور الہدیت کا منشور محمد  
 کا فرمان ہے انشاء اللہ۔ (پرجوش نعرے۔ ہمارے عزم جاری آواز۔ کتاب سنت کا نفاذ  
 چار دفعہ) سن لو! اب صرف اس کو بدلنے کے لیے تمہارے خولوں کی ضرورت ہے تمہاری ضرورت  
 زمانہ بڑے شوق سے سن رہا تھا۔ تم نہ سو جانا کہیں۔ پھر کہو؟  
 زمانہ بڑے شوق سے سن رہا تھا۔ ہمیں سو گئے داستان کہتے۔  
 آج زمانہ بڑے شوق سے سن رہا تھا۔ آج زمانہ الہدیت کی یلغار کا منتظر، الہدیت  
 کی لٹکار کا منتظر، الہدیت کی بیکار کا منتظر ہے۔ اور انشاء اللہ ہم الہدیت کے اس جھنڈ  
 کو ہاتھ میں تمام کر میدان میں آگئے ہیں (پرجوش نعرے۔ آگئے آگئے۔ رہا بی آگئے چار  
 دفعہ) انشاء اللہ ہم آج آگئے ہیں میدان میں۔ (پرجوش نعرے۔ جیسے جیسے۔ علامہ  
 جیسے چار دفعہ) سن لو! آج ضرورت ہے رب کا قرآن ایک ہاتھ میں تھامنے کی، چٹکلی کا  
 فرمان دوسرے ہاتھ میں تھامنے کی۔ اٹھو! زمانہ تمہارے قدموں کا منتظر ہے تمہارے قدموں  
 کی چاپ پر اس نے کان لگائے ہوئے ہیں۔ اٹھو! زمانہ کو بتلا دو؟۔  
 قرآن و سنت کے فدائی آگئے ہیں اور ہاتھ بلند کر کے سب کہو؟۔ دو قرآن و سنت  
 کے فدائی آگئے ہیں، اٹھو کے بڑو اٹھ کے؟۔ قرآن و سنت کے فدائی آگئے ہیں۔  
 انشاء اللہ۔ اب اس ملک میں آئے گا قرب کا قرآن آئے گا۔ اس ملک میں آئے  
 گا۔ تو محمد کا فرمان آئے گا اور جو اس کی راہ میں رکاوٹ بنے گا وہ یہاں  
 سے جائیگا۔ وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ